فیصلہ مکہ

مولوی ثناء اللہ صاحب اور اُنکی تفسیر القرآن کے متعلق آخری فیصلہ

عبد العزیز

سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور

خوشخبری

مفت

الہدیۃ السنیہ۔ تحفہ وہابیہ

کا

اردو ترجمہ

جلالۃ الملک سلطان المعظم عبد العزیز ابن سعود غازی
ملک الحجاز و سلطان نجد وملحقاتہا

نے ہماری جماعت کے سرگرم مخلص کارکن ورکن موتمر عالم اسلامی مولانا سید محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی کو ارشاد فرمایا تھا کہ الہدیۃ السنیہ۔ تحفہ وہابیہ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کرکے ہمارے نفقہ سے چھاپ کر ان کو تقسیم کردیں۔ مولانا صاحب موصوف نے اس کا ترجمہ مطبع کے حوالہ کردیا ہے۔ وہ چھپ رہا ہے جو صاحب اہل نجد کے عقائد معلوم کرنیکا شوق رکھتے ہیں وہ محصولڈاک ایک آنہ (۱؍) بھیجکر کتاب مجھ سے منگوالیں؛

جلالۃ الملک کے اعتماد اور غزنوی حضرات کی کامیابی کا یہ بھی ایک کھلا ہوا نشان ہے؛

اربعین غزنویہ نیا ایڈیشن بھی چھپکر تیار ہے قیمت ۲؍

نیازمند

عبد العزیز سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند۔ مسجد چینیاں والی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

جماعت اہل حدیث میں مدت سے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کی وجہ سے شدید اختلاف موجود ہے، جسکو شائد ہی کوئی اہلحدیث بطیب خاطر قبول کرتا ہو اور شائد ہی کوئی دل ہو جو اس پر غمگین نہ ہو مگر افسوس کہ اس نزاع کو دُور کرنے کے لئے جس قدر کوشش کیگئی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

سب سے زیادہ نقصان جماعت اہلحدیث کو یہ پہنچا کہ عام طور پر مذہبی پابندی، مذہبی گرفت اور مذہبی اقتدار جو مسلمانوں کے دلوں سے کم ہو رہا تھا۔ اس اختلاف۔ دھڑا بندی اور پارٹی بازی کی وجہ سے اہلحدیث بھی اس میں مبتلا ہو گئے، دینی غیرت وحمیت، عقائد کی پختگی اور مضبوطی جو جماعت کا طرہ امتیاز تھی۔ آہستہ آہستہ آپس کے مقابلہ کی وجہ سے رخصت ہونے لگی۔ بڑے بڑے مخلص کارکن اس رو میں بہ گئے، جن حضرات سے بڑی بڑی توقعات وابستہ تھیں وہ بھی دنیا کی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کے شکار ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فتنہ کی ابتدا

جس وقت مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن شائع ہوئی تو علمائے خاندان غزنویہ قطعاً اس سے ناآشنا تھے کہ اس میں کیا ہے کیا نہیں۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جو حضرت امام مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر (عربی) کو جماعت اہل حدیث کے لئے ایک فتنہ قرار دیا اور کہا کہ مرزائی فتنہ سے یہ زیادہ فتنہ ہے۔ اگر آپ حضرات نے کوئی اصلاحی قدم نہ اٹھایا تو پھر کس سے اس کی توقع کیجا سکتی ہے؟ اور اگر اس سے بے توجہی کیگئی

تو جماعت اہلحدیث کو شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے آپ نے اور آپ کے والد صاحب اور خاندان نے سنت کیلئے کس قدر تکالیف اٹھائی ہیں، کیا اس وقت آپ خاموش رہیں گے؟

متعدد ملاقاتیں کیں تفسیر ثنائی (عربی) کے مختلف مقامات دکھائے۔ بالآخر بڑے اصرار کے بعد علمائے خاندان غزنویہ کو آمادہ کیا کہ وہ اس پر کچھ لکھیں۔ چنانچہ صوفی عبدالحق صاحب غزنوی مرحوم نے اربعین لکھی۔ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر (عربی) کی چالیس ایسی غلطیاں لکھیں جنکے متعلق مصنف رسالہ اربعین نے یہ ثابت کیا کہ ان مقامات میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بعض جگہ احادیث اور بعض جگہ صحابہ کرام اور تمام محدثین کے خلاف تفسیر کی ہے اور متکلمین معتزلہ جہمیہ وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا ہے۔ اس پر پنجاب دہلی، بنگال، مدراس اور تمام ہندوستان کے سرآوردہ ۔۔ ۷، ۸ کے قریب علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ ان مقامات میں بے شک سلف صالحین، محدثین کرام کے مسلک کے خلاف تفسیر کیگئی ہے۔ اور معتزلہ، جہمیہ، وغیرہ فرق ضالہ کا اتباع کیا گیا ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث سے خارج ہیں۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بھی "اربعین" پر دستخط کئے۔

مگر نہایت افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ کچھ دنوں بعد مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا وہ سارا جوش وخروش وہ غیرت وحمیت رخصت ہوگئی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سارے ولولے جاتے رہے "کجا آں شورئی شوری کجا ایں بے نمکی" کہاں یہ کہ مسجد غزنویہ کی صفیں گھسادیں اور آئے دن یہ تقاضا کہ اس فتنہ کی روک تھام کیجئے؟ کہاں یہ کہ کچھ دن بعد اپنی مولوی ثناء اللہ صاحب کے ممد ومعاون اور ایڈوکیٹ بنگئے اور ان کی حمایت میں مختلف مقامات پر تقریریں کرتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ ؎

وھل افسد الدین الا الملوک ٭ واحبار سوء و رھبانھا

اہل حدیث میں مداہنت

اہل حدیث جو اپنے ایمانیات اور عقائد کی پختگی میں ضرب المثل تھے ایسے ہی۔۔۔ کی طرح رنگ بدلنے والے علماء کی وجہ سے متزلزل ہوگئے اور صفات الٰہی اور دوسرے ایسے ہی مسائل میں معتزلہ اور متکلمین وغیرہ کے مسلک سے اختلاف وناپسندیگی کی وہ شان جو کبھی ان میں پائی جاتی تھی وہ دن بدن کم ہوتی چلی گئی اور حول ہی کہ معتزلہ اور

متکلمین کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے والے حضرات ہم میں پیدا ہو گئے اور ان کی حوصلہ افزائی کی گئی جماعت میں مذہبی احساس دن بدن کم ہونے لگا۔ توحید اور اتباع سنت کے لئے وہ جوش وہ ولولہ وہ شدت و صلابت جو کبھی ہمارے لئے مایۂ ناز تھی دن بدن رخصت ہوتی گئی۔ جس کا نتیجہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آج جماعت اہلحدیث ایک جسم بلا روح رہ گئی بلکہ جسم کہتے ہوئے بھی قلم رُکتا ہے۔ آج ہم میں تفرق و تشتت کی یہ حالت ہے کہ شاید ہی کسی جماعت میں اس قدر اختلاف و افتراق ہو۔ مذہبی احساسات و عقائد کی پختگی کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا۔ اور اسی مذہبی احساس کی کمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک جماعت کو جو سلف صالحین صحابہ کرام اور محدثین عظام کے مسلک و مشرب کی سختی کے ساتھ پابند و عامل تھی اور اس مسلک کو زندہ و محفوظ رکھنے کیلئے پوری شدت و صلابت کا ثبوت دے رہی تھی 'ضدی' ہٹ دھرم' اور مصلحت ناشناس کہنے لگے اور اس میں خاص طور پر خاندان غزنویہ کو نشانہ بنایا گیا۔

خاندان غزنویہ کا جرم

خاندان غزنویہ کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے جتلانے پر مولوی ثناء اللہ کی تفسیر کے اغلاط کو بیان کیا اور پھر عام ناظرین کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے ہندوستان بھر کے سرکردہ علماء کے دستخطوں کے ساتھ ان اغلاط کو رسالہ کی شکل میں شائع کیا۔ اور محدثین کرام کے مسلک و مشرب کو زندہ اور محفوظ رکھنے کے لئے سختی کے ساتھ ڈٹے رہے۔ یہ خاندان غزنویہ کے جرائم کی فہرست ہے وما نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السموٰت والارض۔

اور انہی جرائم کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے الکلام المبین اور رسالہ فیصلہ آرہ میں خاندان غزنویہ اور بالخصوص حضرت امام مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مرحوم کے متعلق حد درجہ متبذل اور سوقیانہ بازاری حملہ کر کے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی سچ ہے واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم۔

کوئی وجہ نہ تھی کہ اہل حق علماء سوء کی زبان درازیوں سے تنگ آکر فریضہ شرعی "احتساب" سے دست بردار ہو جاتے اور مذہب اہلحدیث میں معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کے عقاید و خیالات کی آمیزش کو آسانی سے برداشت کر لیتے اور اس طرح دین خالص کو علماء سوء کے رحم پر

اربعین غزنویہ

چھپکر

تیار ہے

قیمت ۳ ر

چھوڑ دیتے - علمائے خاندان غزنویہ جنہوں نے توحید و سنت کی اشاعت اور مذہب اہلحدیث کے احیا اور قیام میں اس قدر عظیم الشان قربانیاں دی ہوں کہ موجودہ صدی کیا بیشتر کی کئی صدیاں اس کی نظیر پیش کرنے سے یکسر عاجز ہوں - کیونکر اس فتنہ کو خاموشی کے ساتھ برداشت کر سکتے تھے - مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی مرحوم جنہوں نے توحید و سنت کیلئے ان تمام مصائب کو برداشت کیا ہو جو ایک ایک کر کے بڑے بڑے ائمہ دین کی زندگیوں میں نظر آتی ہیں جو امام احمد بن حنبل رح کی طرح جلاد کے دروں سے پیٹے گئے - اور کئی سال کے لئے کابل کے جیل خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں دھکیل دیئے گئے جو امام مالک رح کی طرح تشہیر و تذلیل کے لئے کابل کے بازاروں میں سوار کر کے پھرائے گئے - جن پر وطن کے دروازے بند کر دیئے گئے اور ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیئے گئے - کیا آسانی سے برداشت کر سکتے تھے کہ احیاء سنت نبویہ کیلئے اس قدر تکالیف برداشت کرنے بعد مذہب اہلحدیث میں معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کے عقائد و خیالات کی آمیزش ہو اور وہ خاموش بیٹھے دیکھتے رہیں ؟

مولوی ثناء اللہ صاحب کا مصلحت شناس اعلان

اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب کبھی کسی نے مولوی ثناء اللہ سے بات چیت کی اور سختی سے باز پرس کی اور مولوی صاحب کو کوئی مفر یا جائے پناہ نہ ملی تو آخر میں یہ حربہ اختیار کرتے کہ میرا عقیدہ تو یہ نہیں ہے - چونکہ میں مناظر ہوں اسلئے محدثین کرام کے خلاف یہ سب کچھ کیا گیا ہے ؛

پنجاب کے اکثر سر کردہ علماء جو مولوی صاحب کے قال و حال سے واقف تھے ان کے دام تزویر میں نہ آئے لیکن بیرون پنجاب کے علمائے کرام عام حسن ظن کی بنا پر ان کے مغالطہ میں آ گئے ؛ جلسہ مذاکرہ علمیہ آرہ میں جس قدر علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے انھوں نے طے کیا کہ "علماء موجودین میں سے تین صاحب حکم مقرر کئے جائیں جو نسبت اعتراضات اربعین کے محاکمہ کریں اور جن اعتراضات کو غلط سمجھیں ان کو چھانٹ کر تعیین کر دیں - مولوی ثناء اللہ صاحب نے اقرار کیا کہ میں ان حضرات کے فیصلہ کو قبول کرونگا - اسکے علاوہ دوسرا فرض منصفین کا یہ تھا کہ بنا بر ان عقائد کے مولوی ثناء اللہ صاحب اہلحدیث ہیں یا نہیں" فیصلہ آرہ ص ۵ ؛

حضرات منصفین نے فیصلہ لکھتے ہوئے ایک عجیب فقرہ لکھدیا جس سے مولوی ثناء اللہ کا

سارا راز طشت از بام ہوجاتا ہے نتیجہ المحاکمہ کے ضمن میں لکھتے ہیں (ص۴۳) "یہ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کا گویا اقرار ہی ہے کہ محدثانہ روش پر یہ تفسیر نہیں ہے" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے منصفین سے یہ کہا کہ یہ میرا عقیدہ نہیں ہے اور میں مانتا ہوں کہ یہ محدثین کے مسلک کے خلاف ہے۔ اور اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرات منصفین نے جب یہ فیصلہ کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اہل حدیث سے خارج نہیں ہیں تو فیصلہ حاصل کر لینے کے بعد جب شائع کرتے ہیں تو جھٹ اس سے انکار کر دیتے ہیں[۱] کہ "مجھے یاد نہیں کہ میں نے کہاں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میری تفسیر محدثانہ روش پر نہیں ہے" فیصلہ آرہ ص۴۴

اور صرف اسی پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے خط نسخ نہیں کھینچا بلکہ جس قدر اغلاط کی تعیین خود انہی کے منظور کردہ حضرات منصفین نے کی ان کی بھی جگہ بہ جگہ تردید کرتے[۲] چلے گئے اور حضرات منصفین کی اس عبارت کا کہ:۔

"تفسیر القرآن بکلام الرحمان کے مقامات مذکورہ بلاشبہ ایسے ہیں کہ فرق ضالہ کے خیالات کو تائید پہنچا سکتے ہیں اور اہل سنت اہل حدیث کے مخالف اس سے خوش ہوں اور عند المقابلہ اس تفسیر سے تمسک کریں" فیصلہ آرہ ص۴۲

نہ ان پر نہ ان کے حواریوں پر کوئی اثر پڑا اور بدستور انہی معتزلانہ خیالات پر قائم رہے۔

---

[۱] اپنے آپ کو صادق ثابت کرنے کے لئے صرف علماء آرہ کی تکذیب نہیں کی ہے بلکہ اپنے استاد مرحوم مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی کی بھی تکذیب کی ہے۔ حافظ صاحب مرحوم نے کلام مبین کے بعد ایک اشتہار شائع کیا جس کا ذکر مولوی ثناء اللہ صاحب نے رسالہ فیصلہ آرہ میں بھی کیا ہے۔ اس اشتہار میں حافظ صاحب فرماتے ہیں:۔

کلام مبین کے شائع ہوتے ہی میں نے اپنی بریت کا اشتہار دینا چاہا مگر مولوی ثناء اللہ صاحب دوبارہ میرے پاس آئے اور کہا کہ میں ان سب باتوں سے جو سلف صالحین کے برخلاف لکھی ہیں رجوع کر کے اصلاح کر دونگا"

اب مولوی ثناء اللہ صاحب کی سنئے "میں نہیں جانتا کہ اس کلام کا محکی عنہ کون ہے اور کہاں تک صحیح ہے" فیصلہ آرہ ص۴۲

حافظ صاحب مرحوم خلاف واقعہ اور غلط بیان کر دیں، حضرات منصفین آرہ ان کے اقرار بغیر ایک چیز ان کی طرف منسوب کر دیں۔ یہ سب ممکن اور "فرشتہ سیرت" مولوی ثناء اللہ صاحب کا مکر جانا ناممکن!

[۲] مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی کی چٹھی جو انہوں نے مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو لکھی تھی اور جو اس سے پہلے مولوی عبد الحق صاحب سیالکوٹی کے رسالہ الانصاف میں شائع ہو چکی ہے اب یہاں پر شائع کر دینا بھی ناظرین کے لئے موجب بصیرت ہوگی۔ اس میں (بقیہ حاشیہ بر ص۷)

اسکے بعد پھر کئی ایک بار مولوی صاحب موصوف کو مسلک اہلحدیث کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیگئی مگر افسوس کوئی اثر نہ ہوا اور بدستور اپنے مقالات و خیالات پر قائم رہے اور کسی اصلاح کے لئے کوئی عملی قدم اُٹھانے کو تیار نہ ہوئے

آخری فیصلہ ایک آخری قدم اصلاح و مصالحت کیلئے جو آپ نے اُٹھایا اسے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی سے رائے قایم کرسکے کہ اس میں کہاں تک صلاحیت و اخلاص سے کام لیا گیا ہے اور کہاں تک یہ وجود "مسعود" قوم اور جماعت کیلئے موجب برکت و اتحاد یا موجب شقاق و اختلاف اور باعث تفرق و تحزب ہوا ہے!

(بقیہ حاشیہ ص) مولانا شمس الحق صاحب نے جو منصفان فیصلہ آرہ میں سے ایک رکن ہیں۔ مولوی ثناءاللہ صاحب کے متعلق جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ جلی قلم سے لکھے ہوئے حروف سے ظاہر ہو جائے گی:۔

"میرے نزدیک جیسا کہ اسوقت ہمنے سمجھا ہے اقتدا فرق ضالہ مثل مرزا قادیانی و اتباع مرزا و روافض وغیرہم من اہل البدعۃ والہوا ہرگز جائز نہیں ہے اور اقتدا کو جائز کہنا درمیان **جماعت اہلحدیث کے تفرقہ ڈالنا اور فساد کی جڑ بونا ہے**۔ انا للہ و انا الیہ راجعون انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ۔ ہمنے یہ رائے اپنی جناب مولوی حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری اور مولوی حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی۔ مولوی محمد بشیر صاحب سہوانی۔ مولوی ثناءاللہ صاحب اور دوسرے چھ سات اہل علم پر ظاہر کردیا ہے ہمکو اس مسئلہ امامت و اقتدا میں جس کو مولوی ثناءاللہ صاحب نے شائع کیا ہے اور قادیانی اقتدا کو جائز کہدیا ہے اور قبل اسکے **چند مسائل منکرہ شائع** کیا ہے تو اب آئندہ اندیشہ اس کا ہے کہ نہ معلوم اب کیا مسائل اس میں شائع ہو۔ اب اس کو پرچہ اہلحدیث کہنا خطا ہے۔ بسبب اشاعت مسئلہ امامت و اقتدا کے **فتنہ عظیم** پھیل گیا ہے۔ اسبارہ میں کتنے خطوط آئے ہیں اور کتنے لوگوں نے ہمکو لکھا ہے کہ پرچہ اہلحدیث میں جتنے مسائل شائع ہوتے ہیں ان کل مسائل کو خلاف مذہب اہلحدیث و معمول بہ اہلحدیث سمجھتے ہیں اور واقعی وہ **مسائل خلاف مذہب** اہلحدیث ہیں اور صرف مولوی ثناءاللہ صاحب کی ایک رائے ہے پس اس کا انسداد ضرور ہونا چاہئے اور عام طور پر اسکو ظاہر کردینا چاہئے اس مضمون کو ہمنے مولوی ثناءاللہ صاحب مولوی حافظ عبداللہ صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب کو لکھدیا ہے آپکی اشاعۃ السنہ کو ہمنے اشاعۃ المنازعت اسواسطے (بقیہ حاشیہ برص ۸)

اخبار اہلحدیث ۱۸ فروری ۱۹۲۶ء میں مولوی صاحب موصوف نے اعیان اہل حدیث کو مخاطب کرتے ہوئے یہ لکھا:-

علماء اور اعیان اہلحدیث کے قابل توجہ

عرصہ سے ہندوستان کے ہر گوشہ سے اہل حدیث کے باہمی اختلافات کی خبریں آرہی ہیں جن کے رفع کرنے میں اہل ہمت نے اپنی طاقت کے موافق کوشش کی مگر بقول ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

اختلاف رفع ہوا بلکہ زیادہ ترقی کر گیا۔ میں اسی فکر میں تھا کہ میرے دل میں ڈالا گیا کہ موجودہ وقت کی ہوا سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے جس کی صورت جو میرے دل میں آئی ہے وہ برادران اہل حدیث کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس امید پر کہ شائد بہتری کا زمانہ آگیا ہو۔

اہل جماعت میں دو قسم کے اختلاف ہیں:

(۱) مسائل میں اختلاف (۲) اغراض میں اختلاف۔

دوسری قسم کے اختلاف کی بنا بھی قسم اول بتلائی جاتی ہے۔ لیکن در اصل وہ نہیں ہوتی۔ اور اگر ہو تو اچھا ہے وہ بھی قسم اول میں آجائے۔ بہر حال بظاہر دو قسم کے اختلاف ہیں:

مسائل کا اختلاف جتنا کچھ انسانی فہم سے تعلق رکھتا ہے اس میں تو ہر شخص معذور ہے جس کو اختلاف رائے کہتے ہیں مگر اس سے بڑھ کر جو شقاق و نفاق کا درجہ ہے وہ مضر ہے کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو فریق کسی دینی کام پر جمع نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کے اختلاف کی بندش اگر ہو جاوے اور باوجود اختلاف رائے کے ارکان اہلحدیث مشترک کام میں جمع ہو سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اعیان اہل حدیث خصوصاً علماء کرام ایک کاغذ پر دستخط کر کے بطور درخواست حضرت عظمۃ السلطان امام عبدالعزیز ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاں ایام حج میں

بقیہ ف صفحہ ۷

نہیں لکھا کہ چونکہ آپ نے اغلاط تفسیر ثنائی کا اظہار کیا ہے بلکہ اس کے اکثر اغلاط کے ساتھ تو ہم کو آپ سے اتفاق ہے۔ بلکہ ہم تو بالاعلان اسکو بھی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اغلاط کو مکابرہ تسلیم نہیں کیا باوجود ثابت ہونے براہین قاطعہ علی الاغلاط کے" (الانصاف لرفع الاختلاف ص۱۶)

پیش کردیں کہ ہماری جماعت اس امر کی وجہ سے جدا ہو رہی ہے۔ آپ ہمیں ہدایت فرمائیے۔ کیا ہم باوجود ان خیالات و اعتقادات کے ایکجا رہکر اہل حدیث کی ذیل میں توحید و سنت کی اشاعت کا کام کر سکتے ہیں۔ پھر وہ بعد سماعت بیانات فریقین جو حکم فرماویں وہ تسلیم ہو"۔ (اخبار اہل حدیث ۱۹ فروری ۱۹۲۶ء صا)

اسکے چند روز بعد جب جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند کیلئے جلسہ طلب کیا گیا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی مکہ کانفرنس میں نمائندگی پر زبردست صدائے مخالفت بلند کیگئی تو حافظ حاجی حمید اللہ صاحب نے جو ایک مخلص اور سرگرم کارکن ہیں مصالحت کی کوشش شروع کی۔ چنانچہ دہلی اور لاہور میں حاجی صاحب موصوف اور دوسرے معزز اراکین جماعت کی کوشش سے یہ فیصلہ ہوا:۔

"کہ آپ لوگ مولوی ثناء اللہ صاحب کو فی الحال .... رکن وفد مان لو اور اس جھگڑے کو فی الحال بند کر دو ہم اس وفد میں تین اور نمائندے شامل کر لیتے ہیں۔ اس دوران میں فریقین ایک دوسرے کے خلاف کچھ تحریر نہ کریں اور موتمر کے بعد مکہ مکرمہ میں علمائے نجد کو جمع کیا جائے اور آخری فیصلہ ان پر چھوڑ دیا جائے اور جو فیصلہ وہ کریں، ہم سب اسکو تسلیم کرینگے"۔

اس سمجھوتے کے بعد فریقین یعنے مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولانا عبد الواحد صاحب غزنوی بمعہ اپنے صاحبزادے مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کے حج کیلئے تشریف لے گئے۔

اس بدعہدی کو ہم سردست چھوڑ دیتے ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے ہوئی کہ اس عرصہ میں اخبار اہلحدیث میں انہی کی ذمہ واری پر مولانا عبد الواحد صاحب غزنوی اور مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کے خلاف تحریریں شائع ہوتی رہیں۔ اسجگہ معاہدہ کے صرف دوسرے حصہ کے متعلق روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

موتمر مکہ کے دوران میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

"بخدمت مولوی عبد الواحد صاحب غزنوی

سلام علیکم

"عرصہ دراز سے آپ کو مجھ سے درباره تفسیر عربی اختلاف چلا آتا ہے جس کی وجہ سے باہمی ملاپ معدوم ہے۔ آجکل ہم بلد اللہ الحرام میں موجود ہیں حسن اتفاق سے یہاں کا

بادشاہ بھی مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ مناسب خیال کریں تو ہم دونوں سلطان المعظم کی خدمت میں درخواست کریں کہ وہ ہم میں فیصلہ کردیں یا ملاپ کی کوئی صورت بتادیں۔ درخواست کا مسودہ بھی ارسال ہے منظور ہو تو صاف کرکے حضور سلطانی میں ہم سب پیش کردیں۔ خادم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ از مکہ مکرمہ

مسودہ درخواست

بحضرۃ الامام عبدالعزیز ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ

السلام علیکم

نعرض علی جلالہ ان بیننا (اھل الحدیث) اختلافاً شدیداً منذ سنین فنلتمس من حضرتکم ان تھدونا الی سواء السبیل وفقکم اللہ لخدمتہ دینہ۔

الملتمسان

....

اس خط کے جواب میں مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی نے مندرجہ ذیل خط مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھا۔

تمہارے خط کے جواب میں عرض ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ یا اللہ تیرے حرم میں ہیں۔ قول لین لکھتا ہوں لعلہ یتذکر او یخشیٰ۔

برادر عزیز مولوی ثناء اللہ جان موفق مرضیات حق تعالےٰ وتقدس باشند۔ بعد السلام المسنون۔ ہم ہر دو آج الٰہی در رحمت (بیت اللہ) پر حاضر ہیں۔

اور اللہ ہی عزوجل نے حرمین شریفین کے تطہیر کو امام عبدالعزیز (ایدہ اللہ بروح القدس) کو بھیجدیا ہے۔ سو ہمارے درمیان جو یہ گفتگو مدتوں سے چلی آتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہاری تفسیروں اور کلام مبین وغیرہ تالیفات میں یہ مسائل آمنت باللہ کے برخلاف ہیں، تم ان سے تائب ہوکر موافق حکم الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولٰئک اتوب علیہم وانا التواب الرحیم۔ توبہ نصوح کرلو اللہ عزوجل معاف کردیگا۔

اور اس میں (بھائی جان) تمہاری بھی خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ (صلعم) اسلام
اور مسلمانوں کی بھی خیر خواہی ہے؛
اور تم مخالفت کرتے رہے۔ اور نہیں مانتے تھے؛
سو آج جو ہم ہر دو حرمین میں بطریق حج حاضر ہوئے ہیں۔ یا تو آپ ہی اپنے رب عزوجل
کو حاضر کر کے خود ہی تائب ہو جاؤ اور کہدو کہ میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لونگا۔
پھر تو کسیکو کہنے کہلوانے سننے سنانے کی حاجت نہ رہے گی۔ نہیں تو تمہارے اغلاط
نمبروار لکھکر بمعیت تفسیر وغیرہ کے سلطان صاحب (ایدہ اللہ بروح القدس) کے
پیش کیجاوینگے۔ پھر جو کچھ وہ دیکھکر فیصلہ شرعی فرماویں۔ اسیکو منظور کریں؛
اس صورت میں کسیکو بولنے کی حاجت نہیں۔
بھائی جان ہمارے درمیان جو اختلاف ہے۔ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت
نقصان پہنچ رہا ہے۔ سو برائے خداوندتعالےٰ اب اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرلو۔ اور
اختلاف کو للہ رفع کرلو۔ تا کہ ہم یہاں سے پاک ہوکر بھائی بنکر وطنوں کو جاویں اور
ملکر خدمت کرتے جاویں۔ اور لوگ بھی ورطۂ تحیر سے نکل آویں۔
مینے خواب میں بھی دیکھا تھا۔ کہ ثناءاللہ جان کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ ہذا واللہ
اعلم؛ عبدالواحد عفی عنہ مکہ معظمہ۔ ۱۸ ذی الحج ۱۳۴۴ھ؁
اسکے جواب میں مولوی ثناءاللہ صاحب نے اغلاط سے رجوع کرنیکا کوئی اطمینان نہ دلایا؛

مکہ معظمہ میں مجلس فیصلہ

اسکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے جلالۃ الملک سے درخواست کی کہ
اس اختلاف میں فیصلہ فرمائیں؛ کیونکہ موتمر کے بعد جلالۃ الملک نے ایک مجلس علماء نجد کی طلب
کی جس میں قاضی القضاۃ الشیخ عبداللہ بن سلیمان آل بلیہد، الشیخ محمد بن عبداللطیف آل
شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب قاضی ریاض (نجد)، الشیخ عبدالعزیز بن بشر قاضی دخم
(نجد)، الشیخ عبداللہ بن حسن آل شیخ، خطیب کعبۃ اللہ، اور دوسرے مقتدر علماء
تشریف فرما تھے۔ اس مجلس میں مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی مولوی اسماعیل صاحب
غزنوی اور مولوی ثناءاللہ صاحب بھی بلائے گئے۔ جلالۃ الملک نے سب کو مخاطب کر کے

فرمایا کہ آپ حضرات کا اختلاف سن کر مجھکو بہت صدمہ ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا مناسب تصفیہ ہو جائے۔ آپ حضرات کا اسکے متعلق کیا خیال ہے، اسکے جواب میں ہر دو فریق نے نحن علی امرك اور سمعا وطاعة کہکر اپنا معاملہ جلالة الملک کے سپرد کر دیا۔

اسکے بعد کی کارروائی بالتفصیل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ علمائے کرام کا فیصلہ سامنے آجاتا ہے۔ اس سے ہر شخص آسانی کے ساتھ نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ صرف اس قدر ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ کارروائی اس طرح شروع ہوئی۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اختلافی مسائل کو ایک ایک کر کے لیلو۔ اسکے بعد الاہم فالاہم کے مطابق اربعین میں سے ویحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیه۔ پر بحث شروع ہوئی اور حضرت قاضی القضاۃ صاحب نے عرش کی بحث کے سلسلے میں امام کی توجہ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن سورہ اعراف آیت ثم استوی علی العرش کیطرف مبذول کرائی۔ اور اس کی ساری تفسیر پڑھکر سنائی جس میں مولوی صاحب نے استواء بمعنی استیلا کے کیا تھا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا اسی کو پہلے لے لو۔ چنانچہ اسپر گفتگو شروع ہوئی۔

حضرت امام۔ آپ نے ایسی تفسیر کیوں کی؟

مولوی ثناء اللہ۔ میں نے امام رازی اور دوسرے متکلمین سے نقل کیا ہے۔

حضرت امام۔ امام رازی کا قول حجت نہیں ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ امام رازی کے سوا شاہ ولی اللہ صاحب جو تمام اہلحدیث ہند کے سلسلہ حدیث میں استاد ہیں وہ بھی استوا علی العرش کے متعلق مفوضین اور متکلمین میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔

حضرت امام۔ آپ ہمیں تو امام احمد کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود رازی اور شاہ ولی اللہ کی تقلید کرتے ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ مجھے آریہ سے مناظرہ کرنا پڑتا ہے اسلئے ایسا لکھدیا گیا، میرا عقیدہ یہ نہیں ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب غزنوی۔ یہ تفسیر عربی میں ہے۔ آریہ کی زبان عربی نہیں ہے۔

حضرت امام۔ نہیں! آریہ کے ساتھ مناظرہ کرنے سے پہلے اپنے نفس سے مناظرہ کرو جس شخص کے کپڑے گندے ہوں وہ کہے مجھے زمین سے بو آتی ہے، اس کو چاہئے کہ

زمین سے پہلے اپنے کپڑوں کو صاف کرے "

مولوی ثناء اللہ صاحب (غزنویوں کے متعلق کچھ فرمانے ہی لگے تھے کہ)

حضرت امام - (نے فرمایا کہ) یہ جھگڑا تمہارا اور غزنویوں کا نہیں بلکہ تمہارا اور اللہ کا جھگڑا ہے "

شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ محمد بن عبدالوہاب } غزنویوں نے جو کچھ کیا ہے وہ دین کی حفاظت و صیانت کیلئے کیا ہے جزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء -

مولوی ثناء اللہ صاحب - اربعین میں بہت سی باتیں مجھپر بطور الزام کے لگائی گئی ہیں "

مولوی اسماعیل صاحب غزنوی - اربعین میں کوئی بات غلط نہیں لکھی گئی نہ الزام لگایا گیا ہے "

قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد - مینے اربعین کی نقل کردہ عبارتوں کا مقابلہ تفسیر (ثنائی) سے کیا کوئی چیز غلط نہیں لکھی گئی -

شیخ عبداللہ بن حسن امام حرم - مینے بھی مقابلہ کر کے دیکھا ہے کوئی بات زیادہ نہیں پائی

حضرت امام - مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے آپکی خیر خواہی اور بھلائی کیلئے کہتا ہوں کہ آپ توبہ کریں آپ کے توبہ کر لینے کے بعد میں غزنویوں سے کہوں گا کہ وہ اربعین کی اشاعت بند کر دیں اور قاضی القضاۃ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی توبہ اور رجوع لکھو

مولوی اسماعیل صاحب - (حضرت امام کو مخاطب کر کے) آیت تابوا واصلحوا وبینوا فاولئك اتوب علیهم ملحوظ رہنی چاہئے "

حضرت امام - ہاں! انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا "

مولوی ثناء اللہ صاحب سمعا وطاعۃ

حضرت امام - (قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد کو مخاطب کر کے) توبہ اور رجوع کا مسودہ لکھو

چنانچہ قاضی عبداللہ بن بلیہد نے توبہ کا مسودہ لکھا جس میں (۱) مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ اعتراف کرایا گیا تھا کہ میں اغلاط تفسیر سے رجوع اور توبہ کرتا ہوں اور اب میرا ان کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو سلف صالحین کا ہے "

(۲) چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے رجوع کر لیا ہے اسلئے اب وہ ہمارا بھائی ہے، ہم اب اربعین کی اشاعت بند کر دینگے "

نمبر(۱) پر مولوی ثناء اللہ صاحب کے دستخط اور نمبر (۲) پر مولوی عبد الواحد صاحب کے دستخط لینے کو قاضی القضاۃ نے حکم دیا؛

ہر دو فریق سے دستخط کے متعلق دریافت کیا گیا جواباً مولوی اسماعیل صاحب غزنوی نے کہا ہمیں منظور ہے لیکن اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کئی ایک دفعہ توبہ کی مگر وقت ملجانے پر یہ فرما دیتے رہے کہ انسان سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں میں ہمیشہ استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھتا ہوں۔ اسلئے اغلاط بالتفصیل لکھ لینی چاہئیں قاضی القضاۃ نے فرمایا اس اجمالی اقرار کے بعد میں نمبروار اغلاط پر رجوع لے لوں گا۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا؛

حضرت امام اور دوسرے علماء نے قریباً تین گھنٹہ تک باصرار سمجھایا مگر ایک نہ سنی حضرت امام اس سے بہت ملول وحزیں ہوئے اور اٹھکر چلے گئے۔ حضار مجلس سمجھاتے رہے تھوڑی دیر بعد حضرت امام پھر تشریف لائے۔ مولوی صاحب موصوف بدستور اپنی ضد اور ہٹ پر قایم تھے؛

حضرت امام نے مایوس ہوکر فرمایا" اسکو چھوڑ دو کہ چلا جائے یہ توبہ کرتا دکھائی نہیں دیتا چنانچہ مولوی صاحب موصوف اٹھکر حیدرآبادی سلام کرکے مجلس سے باہر تشریف لے آئے۔ حضرت امام نے نہ مصافحہ کیا نہ سلام؛

غرض اس طرح یہ مجلس اصلاح ومصالحت ومفاہمت مولوی ثناء اللہ صاحب کے تاریخی انکار وضد کی وجہ سے ختم ہوگئی۔ اسکے بعد قاضی القضاۃ اور دوسرے مقتدر علماء نجد نے جو رائے مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کی تفسیر کے متعلق لکھی ہے اسے ہم بالتفصیل ہدیہ ناظرین کر دیتے ہیں؛

(۱) الشیخ العلامہ عبد اللہ بن سلیمان آل بلیہد

رئیس القضاۃ لاقطار الحجازیۃ والنجدیۃ وملحقاتہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الذی یقول الحق وھو یھدی السبیل واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الہ تقدس عن النظیر والمثیل واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ الھادی الی سواء السبیل صلی اللہ علیہ وعلی

آله واصحابه المخالفین لاهل الاهواء والتبدیل وسلم تسلیما - اما بعد فانی قد وقفت علیٰ ماکتبه الشیخ ثناء الله الامرتسری من تفسیر الکتاب العزیز فرأیته قد تبع فی مواضع منه طریقة المتکلمین من تاویل الاستواء وغیره المخالفة لطریقة اهل السنة والحدیث وقد رأیت ان التنبیه علیٰ مثل ذلك لئلا یغتر به الجهال متعین علی من عنده علم قیاما بما اوجب الله تعالیٰ واخذ المیثاق علیه فی قوله تعالیٰ (واذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه) هذا وانی قد ادیت الواجب من مناصحة المشار الیه بل وبیان خطأه بالحجج القاطعة ودعوته الی الرجوع الی مسلك اهل السنة والحدیث ومع ذلك اصر وعاند وانی ارجو ان یمن الله علینا وعلیه بمراجعة الحق فان الرجوع الی الحق خیر من التمادی فی الباطل وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب وصلی الله علی محمد وآله وصحبه وسلم

مہر محکمۂ عالیہ مملکت حجاز و نجد

عبد اللہ بن سلیمان آل بلیہد

ترجمہ - مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر قرآن مجید کو مینے دیکھا - اس میں کئی ایک آیات کی تفسیر میں مولوی صاحب متکلمین کے نقش قدم پر چلے ہیں - جیسے استویٰ علی العرش کی تاویل اور علاوہ ازیں دوسرے مسائل جو طریقہ اہل سنت اور طریقہ اہل حدیث کے خلاف ہیں - اور میں جانتا ہوں کہ ارباب علم وفضل کا یہ فرض ہے کہ ایسے شخص کو تنبیہ کریں تاکہ عوام جہال اسکے دہوکھے میں نہ آجائیں - اور اسلئے بھی کہ خداوند قدوس نے جو مندرجہ ذیل آیت میں ہم پر واجب کیا ہے اس کی تعمیل ہو اور جو عہد ومیثاق ہوا ہے اس کی تکمیل ہو فرمان خداوندی (واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ) جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم میری شریعت کو لوگوں کے سامنے بیان کروگے اور کسی کی خاطر اس کو چھپاؤ گے نہیں "- اور مینے مولوی صاحب مذکور کی خیر خواہی کر کے اور ان کے اغلاط کو قطعی دلائل کے ساتھ بیان کر کے اس فریضہ کو ادا کردیا مینے ان کو اہلحدیث اور اہل سنت کے مذہب ومسلک کی طرف رجوع کرنے کی طرف دعوت دی - مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی - مجھو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ان کو حق کی طرف چلے آنے کی توفیق مرحمت فرمائیگا - کیونکہ

حق کی طرف رجوع کرنا باطل پر ڈٹے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

(۲) شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رح

قاضی الریاض (دار الخلافہ مملکت نجد)

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ محمد اکمل خلق اللہ وآلہ واصحابہ الوالین له والناصرین له علی ماقام به من دین اللہ ۔ اما بعد فانی وقفت علی التفسیر المنسوب الی المولوی ثناء اللہ خفر اللہ ونظرت مافیه من الکلام علی ایات الصفات وما نقله عبد الواحد الغزنوی من تفسیره فرأیت کلامه علی ایات الصفات کلام مبتدع ضال مخالف لما علیه اهل السنة والجماعة واهل الحدیث وقد جمع فی تفسیره هذا بین مذهب الحلولیة والاتحادیة والجهمیة والمعتزلة ونقل عمن لا یرتضی ومن لیس بحجة فلا یجوز الاخذ عنه ولا الاقتداء به ولا تقبل شهادته ولا نقله و لا تصح امامته فانی اقمت علیه الحجة واصر علی مقالته فلا شک فی کفره فیجب اجتنابه واعتزاله وهجره وهجر واعتزال من جاول عنه وقد خاطبناه مجلس الامام عبد العزیز ایده اللہ وطلبنا منه الرجوع فلم یقبل وذهب وهو مصر علی بدعته وضلالته فان حصل منه رجوع وتوبة وتغییر لما فی تفسیره من الضلالات والکفریات وثبت رجوعه عند علماء اهل الحدیث من الهند وغیرهم فهو المطلوب فانی فیحصل بما تقدم من الهجر والاعتزال والبدعة واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل وهو ولی الهدایة والتوفیق وصلی اللہ علی عبده و رسوله النبی الامی ۔ قال ذلک واملاه فقیر ربه واسیر ذنبه وراجی عفو مولاه وبره محمد بن عبد اللطیف بن حسن بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب عفی عنهم اجمعین وصلی اللہ علی محمد نبیه الامی وآله وصحبه والتابعین لهم الی یوم الدین وسلم تسلیما کثیرا

مہر شیخ محمد بن عبد اللطیف قاضی الریاض (مہر)

ترجمہ: میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر دیکھی، اسکو میں نے پڑھا، اور آیات صفات الٰہی کے متعلق جو کچھ انہوں نے لکھا اسکو بھی میں نے دیکھا، اور عبد الحق غزنوی نے اس کی تفسیر

میں سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کو بھی مینے دیکھا۔ صفات الٰہی کے متعلق اس کی تفسیر کو دیکھنے کے بعد میں اس رائے پر پہنچا ہوں کہ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کی کلام ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث کے خلاف ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ۔ اتحادیہ۔ جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے اور اپنی تائید میں ان لوگوں کے اقوال نقل کئے ہیں جو نہ تو حجت کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں اور نہ ان لوگوں کے متعلق (محدثین کی) اچھی رائے ہے۔ پس نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روائت کی جائے۔ اور نہ اس کی امامت صحیح ہے۔ مَیں نے اس پر حجت قائم کر دی مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اسکے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس اس سے بچنا اور کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے۔ اور جو شخص مولوی ثناء اللہ کی حمائت میں کسی سے جھگڑے اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنی واجب ہے۔

ہمنے مولوی ثناء اللہ سے امام عبدالعزیز بن سعود کی مجلس میں گفتگو کی اور اس سے مطالبہ کیا کہ اپنی غلطیوں سے رجوع کرے۔ مگر اس نے ایک نہ سنی اور وہ اسی طرح یہاں سے چلا گیا اور ابھی تک وہ اپنی بدعت اور گمراہی پر قائم ہے۔ اگر وہ توبہ کر کے اپنی غلطیوں سے رجوع کرے اور اپنی تفسیر میں جس قدر گمراہ کن باتیں ہیں ان کو بدل دے اور اس کا رجوع ہندوستان کے اہلحدیث علماء کے نزدیک ثابت ہو جائے تو یہی مقصود و مطلوب ہے۔ اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل وھو ولی الھدایۃ والتوفیق وصلی اللہ علی عبدہ ورسولہ النبی الامی۔

(محمد بن عبداللطیف)

حضرت الشیخ حسن بن یوسف الدمشقی مدرس حرم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی یقول الحق وھو یھدی السبیل والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد النبی مبید الشرک وماحی البدع من ارسل بالھدیٰ ودین الحق وعلی آلہ الاخیار وصحبہ الابرار وسلم تسلیما۔

بعد فقد اطلعت علی الرسالۃ المسماۃ بالاربعین للاستاذ عبد الحق الغزنوی فی الرد ثناء اللہ دعواہ انہ من اہل الحدیث فی تفسیرہ المسمی بتفسیر القرآن بکلام الرحمٰن وسرحت نظری فی تقریظ العلماء علیہا التی بلغت مبلغ التواتر مع اختلاف بلادھم ومذاھبہم۔

فاقول والحال ھذا التفسیر منسوب لثناء اللہ انہ رجل سوء وعبد ھوٰی واسیر نفس وانسان بدعۃ لانہ لا یجرء علی القول بکلام اللہ الا من اغواہ الشیطان وکان رفیقا لھواہ وبدعۃ۔ الم یسمع جواب السید الصدیق رضی اللہ عنہ حین سئل عن معنی قولہ تعالیٰ "وفاکھۃ وابا" فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی اذا قلت بکتاب اللہ بغیر علم۔ ام یریدون یکون من الذین حکی اللہ عنہم فی قولہ "وان منہم لفریقا یلوون السنتہم بالکتاب لتحسبوہ من الکتاب وما ھو من الکتاب ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ۔ الآیہ" ام من الذین قال اللہ عنہم "افرأیت الذی اتخذ الٰھہ ھواہ۔ الآیہ" ام من الذین قال اللہ عنہم "فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ۔ الآیہ" اللّٰھم اعصمنا بطاعتک واسعدنا بتوفیقک واکرمنا بمتابعۃ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم وماذکرہ الاستاذ عبد الحق الغزنوی فی الاربعین ھو الحق الذی علیہ جمہور العلماء وسلف الامۃ وخلفہا وماقالہ ثناء اللہ مخالف لتفاسیر الصحابۃ والاحادیث الصحیحۃ وخارق لاجماع سلف الامۃ القرون الثلاثۃ الاول المشھود لھم بالخیریۃ۔

کتبہ خادم العلم والعلماء حسن بن یوسف زکریا الدمشقی۔

ترجمہ۔ استاذ عبدالحق غزنوی (مرحوم) کا رسالہ اربعین جو مولوی ثناء اللہ کے رد میں لکھا ہے میں نے دیکھا، مولوی ثناء اللہ کا دعویٰ ہے کہ وہ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن لکھنے پر بھی جماعت اہل حدیث میں داخل ہے۔ میں نے رسالہ اربعین پر ان تمام علماء کے تصدیقی دستخط بھی دیکھے جو باوجود اختلاف مذاہب اور اختلاف بلاد کے حد تواتر کو پہونچتے ہیں۔ پس اس بارہ میں میں یہ کہتا ہوں کہ حقیقت ہے کہ تفسیر مولوی ثناء اللہ کی طرف منسوب ہے اور وہ ایک برا آدمی ہے، اپنی خواہشات کا غلام ہے اور اپنے نفس کا قیدی اور بدعتی ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام میں کوئی ایسی جرأت نہیں کرسکتا۔ مگر وہی جس کو شیطان نے گمراہ کردیا ہو

اور شیطان اس کی بدعت اور خواہشات نفس کا رفیق بن چکا ہو۔ کیا اس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب نہیں سنا جب ان سے آیت " وفاکھۃ وابا " کا معنے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر مینے قرآن کریم میں بغیر علم کے کچھ کہا تو کونسا آسمان مجھے اپنے سایہ میں لیگا۔ اور کونسی زمین مجھے اُٹھائیگی۔ کیا مولوی ثناء اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں میں اسکا شمار ہو جن کے متعلق اللہ تعالےٰ نے یوں ذکر کیا ہے " کہ اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے جو کتاب (تورات) پڑھتے وقت اپنی زبان کو مروڑتے (توڑ لیتے) کچھ کا کچھ پڑھ دیتے) ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب الٰہی کا جزو ہے۔ حالانکہ وہ کتاب الٰہی کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ (جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں) اللہ کے ہاں سے اترا ہے حالانکہ وہ اللہ کے ہاں سے نہیں اُترا۔ یا ان لوگوں میں شمار کرنا چاہیئے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے " کیا تو دیکھتا ہے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے " یا ان لوگوں میں اپنے آپ کو شمار کرانا چاہتا ہے جن کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے " جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن مجید کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد بپا کریں " اللھم اعصمنا بطاعتك واسعدنا بتوفيقك واكرمنا بمتابعة نبيك صلى الله عليه وسلم۔

اور استاذ عبدالحق غزنوی (مرحوم) نے اربعین میں جو کچھ لکھا ہے وہی صحیح ہے اور یہی مسلک سلف صالحین اور متاخرین اور جمہور علماء کا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ نے جو کچھ لکھا ہی وہ صحیح احادیث اور تفاسیر صحابہ کے مخالف ہی اور سلف صالحین اور قرون ثلاثہ کے اجماع کے خلاف ہے۔

خادم العلم والعلماء

حسن بن یوسف زکریا الدمشقی

سلیمان بن محمد بن جمهور النجدی

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نظرت فی تفسیر القرآن بكلام الرحمان تصنيف ثناء الله المولوی فرأيته مخالفا لما عليه السلف وائمة الخلف فالمفسر للآيات التی نظرت فی التفسير المذكور ضال مضل ولا ريب انه جهمی قد خاب سعيه فی مصنفه وباء باثم من تبعه علی مبتدع

فهو ساقط الله شرعا من كل وجه فيجب على المسلمين هجره وعلى ولاة الامور زجره فان لم يتب فلا يسلم عليه ولا يجالس ولا يصلے خلفه ولا يقم على قبره عياذا بالله من عذابه واليم عقابه۔ كتبه العبد الفقير سليمان بن محمد بن جمهور

ترجمہ۔ میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر "تفسیر القرآن بکلام الرحمن" دیکھی میں نے اسکو سلف صالحین اور ائمہ خلف کے مسلک کے خلاف پایا۔ پس تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں جن آیات کی تفسیر میں نے دیکھی ہے اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہمی ہے، اس کی تمام کوششیں اس تصنیف میں ضائع ہو گئیں۔ اور اس نے ان سب لوگوں کا گناہ سمیٹ لیا جنہوں نے اس کی مبتدعات کی اتباع کی پس مولوی ثناء اللہ شرعاً ہر طرح پایہ عدالت سے ساقط (یعنی انکی شہادت نامقبول) ہے۔ پس مسلمانوں پر تو یہ واجب ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے مقاطعہ کریں اور حکام کا یہ فرض ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کریں۔ اگر با ایں ہمہ وہ توبہ نہ کرے تو نہ تو اسکو سلام کہا جائے اور نہ اسکے ساتھ نشست برخواست کیجائے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور نہ اس کی قبر پر دعاء کے لئے کھڑا ہو۔ عیاذاباللہ من عذابہ والیم عقابہ۔

سلیمان بن محمد بن جمہور

شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل بشر

الحمد لله الذى حرم القول عليه بلا علم وجعله من اكبر المحرمات وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وآله واصحابه اولى المفاخر والكرامات وبعد فانى امعنت النظر فيما ذكره ثناء الله فى تفسيره لآيات الاستواء وما تاوله فى كثير من تفسيره فانه تفسير مجانب لمعنى كلام الرب وما صح فى الاخبار النبوية و مجانب لتفاسير اهل الحديث وما فسره عصابة الاسلام جدير ان يهجر هذا التفسير بل يحرم النظر فيه الا لمن يريد ردا فكذا هذا المفسر هذا ونسئل الله لنا ولاخواننا المسلمين ان ياخذ نواصينا الى ما يحب ويرضى۔

حرره الفقير الى الله عبد العزيز بن عبد الرحمان آل بشر وصلى الله على محمد وآله وصحبه

(مہر)

ترجمہ۔ مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں آیات استواء کے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے اور اپنی تفسیر میں اور بہت سی جو تاویلات کی ہیں ان سب کو مینے دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر کلام الہٰی صحیح احادیث نبویہ اہل حدیث اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے۔ بلکہ تردید کی غرض سے دیکھنے کے سوا اسکا دیکھنا بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح یہ مفسر اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے۔ ونسئل اللہ لنا ولاخواننا المسلمین ان یأخذ نواصینا الی ما یحب ویرضیٰ۔ حررہ عبد العزیز بن عبد الرحمان (مہر)

ان تحریروں کے دیکھ لینے کے بعد ناظرین آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مولوی عبد التواب علیگڈھی کی تحریر جس میں وہ مولانا اسماعیل صاحب غزنوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ سلطان ابن سعود نے اربعین کو پھینکدیا اور کہا کہ آخر وہ بدو ہی تھا۔ کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔ علاوہ اسکے مولانا اسماعیل صاحب اس کی زبردست تردید کرتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ مولوی عبد التواب صاحب لکھتے ہیں کہ منیٰ میں مجھ سے کہا گیا۔ حالانکہ منیٰ سے واپس آنے کے دو ہفتہ بعد یہ معاملہ سلطان ابن سعود کے سامنے پیش ہوا اور اس مجلس سے پہلے کبھی بھی اس معاملہ میں سلطان المعظم سے مولوی اسماعیل صاحب کی گفتگو نہیں ہوئی۔

جماعت اہل حدیث سے اپیل

ان واقعات وحقائق کے سامنے آجانے کے بعد ہم جماعت اہلحدیث سے اپیل کرتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد قائم کریں کہ پنجاب کے سرکردہ علماء بالخصوص علمائے خاندان غزنویہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھتے رہے وہ فریضہ شرعی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تحفظ و صیانت دین اور صحابہ کرام و تابعین ومحدثین کرام کے خالص مسلک ومشرب کے قیام واحیاء اور مذہب اہل حدیث کو معتزلہ، متکلمین وغیرہ کے عقائد وخیالات سے پاک صاف رکھنے کے لئے تھا یا ضد ونفسانیت پر مبنی تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی اتحاد ومصالحت کے دل خوش کن الفاظ اور "اس نزاع کو حکموں کے سپرد کر دو" کی صدا جو ہمیشہ بلند کرتے رہے کہاں تک صداقت اور اخلاص پر مبنی تھی۔ خود ہی علماء آرہ کو منصف

قبول کیا۔ لیکن ان کے فیصلے کو کیا عزت بخشی ؟ وہ مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی (یکے از منصفان) کے خط سے معلوم کر چکے ہیں کہ "ہم بالاعلان کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اغلاط کو مکابرۃً تسلیم نہیں کیا۔" انہوں نے مولوی صاحب موصوف کے اختلافی مسائل کے متعلق لکھا ہے کہ "واقعی وہ مسائل خلاف مذہب اہل حدیث ہیں" انہوں نے اخبار اہلحدیث کے متعلق فرمایا "اب اسکو پرچہ اہل حدیث کہنا خطا ہے" اور جن لوگوں نے رسالہ فیصلہ آرہ دیکھا ہے۔ وہ اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے منظور کردہ حکموں کے فیصلہ کو کس طرح تضحیک وتذلیل اور تردید کے ساتھ شائع کیا ہے۔

۶۲۶
اور اس آخری اقدام مصالحت ومفاہمت کیلئے خود ہی اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۹۔فروری میں تحریک کی کہ امام عبدالعزیز بن سعود کے سامنے اس نزاع کو پیش کیا جائے۔ دہلی اور لاہور کے اجلاسوں میں یہ طے ہوا کہ مکہ معظمہ میں علماء نجد کے سامنے اس نزاع کو پیش کیا جائے اور جو وہ فیصلہ کریں ہم سب اسکو تسلیم کریں۔

اور پھر مکہ معظمہ پہونچ کر خود ہی پہلے تحریک کی اور حضرت مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی کو خط لکھا کہ ہم دونوں اپنے نزاع کو امام کے روبرو پیش کریں اور ان سے فیصلہ لیں۔ جب حضرت امام کے سامنے معاملہ پیش ہوا اور فیصلہ ان کے خلاف ہوا تو پھر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی پرانی روایات کو دہرایا کہ جن کو اپنا ثالث اور حکم مقرر کیا تھا ان کو خلاف منشا دیکھکر لنگر لنگوٹ کس انہی کے مقابلہ کے لئے آمادہ وتیار ہو گئے۔ اور اس پر یہ دعوٰے ہے کہ میں تو ہمیشہ مصالحت کیلئے تیار ہوں مگر غزنوی حضرات نہیں مانتے۔ افسوس! صد افسوس!!

ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس ادعا میں صداقت اور اخلاص سے کام لیا گیا ہے یا عوام کو مغالطہ اور دام تزویر میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ؟

جماعت اہل حدیث کو اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اس وقت اور اسلئے مبعوث کیا تھا جبکہ سنت مظلوم ہو چکی تھی بدعات کا دور دورہ تھا بلکہ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھا جا رہا تھا اور معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھا جا رہا تھا۔ دین خالص کا چہرہ بدعات ومحدثات مسخ ہو چکا تھا۔ محدثین کرام اور ائمہ دین کی محنتیں خاک میں مل رہی تھیں، جن بدعات وضلالات کی روک تھام کے لئے انہوں نے اپنی زندگیوں کی عزیز متاع کو قربان

کردیا تھا۔ جن خس و خاشاک سے اس چشمہ صافی کو پاک صاف رکھنے کیلئے انہوں نے ہر قسم
کے مصائب کو برداشت کیا تھا اس (ہند) غارتگر اقوام و مذاہب میں وہ سب محنتیں اکارت
ہو رہی تھیں، وہ چشمہ صافی گدلا ہو چکا تھا، بدعات و محدثات کی فرمانروائی اور قہرمانی تھی۔
کوئی نہیں تھا کہ خالص سنت کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ کوئی نہ تھا جس کی زبان پر بدعت
کے خلاف آواز نکلے۔ کوئی نہ تھا کہ صدر اول کا خالص اسلام صحابہ کرام اور محدثین کے
مسلک و مشرب کو زندہ کرے۔ اگرچہ مسجدوں میں نمازیوں کی رونق تھی، خانقاہوں پر زائرین
کا ہجوم تھا۔ حجرے اور مدرسے قال ابو حنیفہ۔ قال ابو یوسف اور قال محمد کی آوازوں سے
غلغلہ انداز تھے۔ لیکن مسجدوں۔ حجروں اور مدرسوں کی دیواریں قال اللہ اور قال الرسول
کی آواز کیلئے یکسر پیاسی تھیں۔ اس وقت خداوند قدوس کی قوت انبعاث جس نے ہمیشہ
مجددین کو مبعوث کیا پھر کارفرما ہوئی اور اس نے مولانا اسماعیل شہید۔ مولانا عبداللہ
غزنوی۔ مولانا سید نذیر حسین جیسے مصلحین و مجددین کو پیدا کیا کہ جو بات حجروں میں
نہیں کہی جاسکتی تھی اسکو دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر مجددانہ شان سے اس قدر بلند
آواز سے کہیں کہ دہلی کے گلی کوچے اس سے گونج اٹھیں اور اس کی صدائے بازگشت
سارے ہندوستان میں ایسی گونج پیدا کردے کہ ہندوستان سے گذر کر افغانستان
جیسے جامد ملک میں عاشقان رسول اور شیدایان سنت کی ایک ایسی جماعت پیدا کردی
جو مسجدوں اور مدرسوں سے نکل کر بموجب ارشاد نبوی افضل الجہاد کلمۃ حق
عند سلطان جابر او جائر کابل اور غزنی کے درباروں میں جلاد کی تلواروں کے
سایہ تلے۔ آہنی بیڑیوں اور ہتکڑیوں کی جھنکار میں دین خالص کی ایسی بے خوف اور پر
از ہیبت الٰہی دعوت دے۔ کہ اس کی آواز افغانستان کی پہاڑیوں سے گذر کر کوہ ہندوکش
کے دامن میں پانچ دریاؤں پر بسنے والی آبادیوں کو توحید و سنت کے عشق میں سرشار کردے
اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے مصلحین کے گروہ نے جس سرفروشانہ اور اولوالعزمانہ طریق
پر توحید و سنت کی اشاعت کی اور جس طرح بدعات و محدثات کے قلع قمع کرنے میں گراں قدر
قربانیاں دیں۔ ہندوستان کا گوشہ گوشہ بلند آہنگی کے ساتھ اس کی شہادت دے رہا ہے
ان حضرات کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ دین الٰہی کے چشمہ صافی کے سامنے جس قدر خس
و خاشاک آگئے ہیں ان کو دور کر دیا جائے۔ معتزلہ متکلمین اور مقلدین فلسفہ یونان کی

فلسفہ آرائیوں سے پاک صاف کتاب وسنت اور خالص کتاب وسنت کے علوم مجورہ
ومتروکہ کا احیا کیا جائے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ متکلمین کی تاویلات باطلہ اور معتزلہ
کا اسلام رہین منت فلسفہ یونان نے شکوک وشبہات کے دور کرنے میں سخت شکست
کھائی بلکہ رفع شبہات کی سعی میں خود اپنے ہی وجود کو دعوۃ شکوک وشبہات بنا دیا۔
آہ! آج اہلحدیث کی حالت یہ ہے کہ جو شخص مذہب اہل حدیث میں معتزلہ متکلمین
کی تاویلات وتحریفات کی آمیزش کر کے اسکو اہلحدیث کی طرف سے پیش کرے۔ اسکو
لئے کوئی ملامت نہیں ہے! جو شخص صحابہ کرام کی تفسیر کو چھوڑ کر ابو مسلم معتزلی کی
تفسیر کو اپنی کتاب کیلئے مایہ ناز سمجھتا ہو اسپر کوئی انکار نہیں ہے!! جو شخص تمام صحابہ
تابعین تبع تابعین اور تمام محدثین کرام کے مسلک کے خلاف صفات باری تعالیٰ
میں معتزلہ اور متکلمین کی تاویلات کو رائج کرتا ہو اس کے لئے کوئی زجر وتوبیخ نہیں
ہے۔ اپنی ابتدا اور موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے ؎

یا دل یہ کوئی زخم نہ تھا جز نمود داغ + یا اب یہ بڑھ گیا ہے کہ ناسور ہو گیا

اور ایک جماعت جو ادائے فریضہ شرعی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تحفظ و
صیانت دین اور صحابہ کرام وتابعین ومحدثین کرام کے خالص مسلک ومشرب کے قیام
واحیاء اور مذہب اہل حدیث کو معتزلہ، متکلمین، وغیرہ کے عقائد وخیالات سے پاک صاف
رکھنے کیلئے کوشاں ہے اسکو ضدی اور ہٹ دھرم اور مصلحت ناشناس کہا
جائے۔ یہ کہاں تک انصاف پر مبنی ہے؟ ؎

لالہ ساغر گیر ونرگس مست بر ما نام فسق
داوری خواہم نگر یارب کرا داور کنم

مولوی ثناء اللہ صاحب نے انہی متکلمین کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے تفسیر اور
دوسری تصنیفات میں محدثین کرام کے مسلک کو جواب دیا۔ لیکن جب ان پر گرفت کی
گئی تو آپ بجائے اس کے کہ معذرت کرتے آپنے اپنے ساتھ شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی اور امام رازی کو شامل کرنے کی کوشش کی۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا جائے کہ ناظرین ہو ی

شاہ ولی اللہ صاحب کی روائت اور حسن فہم کی داد دے سکیں۔ سب سے پہلے حجۃ اللہ البالغہ کو لیجئے۔ شاہ صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۷۰ میں "الایمان بصفات اللہ تعالیٰ" کا عنوان مقرر فرما کر لکھتے ہیں:۔

"وقد اجمعت الملل السماویۃ قاطبتها علی بیان الصفات علی هذا الوجه وعلی ان تستعمل تلك العبارات علی وجهها ولا یبحث عنها اکثر من استعمالها وعلی هذ امضت القرون المشهود لها بالخیر ثم خاض طائفۃ من المسلمین فی البحث عنها وتحقیق معانیها من غیر نص ولا برهان قاطع"

تمام آسمانی مذاہب کے پیرو اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ صفات الٰہیہ کو اس طریق پر بیان کیا جائے اور ان تمام الفاظ و عبارات کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے جس قدر ان کا استعمال ثابت ہے اس سے زیادہ ان میں کسی قسم کی بحث نہ کی جائے اور اسی مسلک و مشرب پر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین رہے۔ ان کے بعد مسلمانوں میں سے ایک گروہ نے بغیر کسی نص اور دلیل قطعی کے ان کے معانی کی تحقیق و تدقیق اور بحث شروع کر دی۔

اسکے بعد شاہ صاحب موصوف امام ترمذی رح اور حافظ ابن حجر رح کے اقوال اپنی تائید میں ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

"اقول ولا فرق بین السمع والبصر والقدرۃ والضحك والکلام والاستواء فان المفهوم عند اهل اللسان من کل ذلك غیر ما یلیق بجناب القدس"

"میں" کہتا ہوں کہ صفات باری تعالیٰ میں سے سمع، بصر، قدرۃ، ضحک، کلام، اور استواء میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ اہل زبان کے نزدیک ان تمام الفاظ کے معانی رب العزۃ کے شایان شان نہیں ہیں (پس جب سمع و بصر میں تاویل نہیں کی جاتی تو استواء میں کیوں تاویل کی جائے؟)"

اسکے بعد مؤولین کے متعلق فرماتے ہیں:۔

واستطال هؤلاء الخائضون علی معشر اهل الحدیث وسموهم مجسمۃ ومشبهۃ وقالوا هم المتسترون بالبلکفۃ وقد وضح لی وضوحا۔

ان مؤولین نے جماعت اہلحدیث پر بہت سی زبان درازیاں کیں۔ اہلحدیث کا نام مجسمہ اور مشبہ رکھا اور یہ بھی کہا کہ اہل حدیث تو بلا کیف کی آڑ میں پناہ لینے والے ہیں اور مجھ پر اچھی طرح واضح ہوگیا ہے کہ ان مؤولین کی زبان درازیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ اس میں روایۃً اور درایۃً سخت غلطی پر ہیں۔ اور اسی طرح ائمہ دین پر طعن کرنا سخت غلطی ہے۔

شاہ صاحب نے آخری جملوں میں اس بات کو صاف صاف بیان فرمایا کہ مؤولین اور اہل حدیث دو مختلف گروہ ہیں اور مؤولین کیا بلحاظ روایت اور کیا بلحاظ درایت سخت غلطی پر ہیں۔

اسکے علاوہ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ میں ایک اور مقام پر اسی مسئلہ استواء کا ضمناً ذکر کیا ہے جس کا حوالہ مولوی ثناءاللہ صاحب دیکر مغالطہ دیا کرتے ہیں۔ یہ مقام تمام ناظرین اور علماء کرام کی توجہ کا خاص طور پر مستحق ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ نے جن مسائل میں اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے مختلف فرقے اور گروہ بنگئے ہیں۔ دو قسم کے ہیں۔ قسم اول۔ یہ وہ مسائل ہیں جنکے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ بتصریح ناطق ہیں۔ اور سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین اسی پر کاربند رہے۔ لیکن جب رائے کا دروازہ کھل گیا اور ہر ایک نے اپنی رائے کو عجیب و پسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو اس اختلاف آراء کے زمانہ میں ایک گروہ نے کتاب و سنت کے ظاہر پر عمل کیا اور نہایت سختی سے عقائد سلف پر قائم رہے۔ اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ یہ مسائل معقولین کے اصول کے موافق ہیں یا مخالف۔ اس سلسلہ میں اگر اس فریق نے کبھی اصول عقلیہ کا ذکر کیا ہے تو صرف مخالف فریق کو الزامی جواب دینے یا رد کرنے کیلئے۔ نہ اسلئے کہ ان اصول عقلیہ سے عقائد کا استنباط و استفادہ کیا جائے اور اس فریق کا نام اہل سنت ہے۔ دوسرے گروہ یا دوسرے فریق نے ظاہر کتاب و سنت کو جہاں اپنے خیال میں اصول عقلیہ کے خلاف سمجھا جھٹ وہاں تاویل کردی اور کتاب و سنت کو اصول عقلیہ پر قربان کر کے ظاہر نصوص سے انکار کردیا۔ اور انہی میں سے ایک فریق نے یہ کہا کہ جو مسائل اصول عقلیہ کے خلاف ہیں ان کی حقیقت سے اگرچہ ہم واقف نہیں ہیں اور نہ ہمارے اصول عقلیہ ان کی تائید کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمارا ان پر ایمان ہے

اور ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ ان تمام مسائل پر ہمارا ایمان ہے ربانی دلائل کے علاوہ عقلی شہادت بھی اسی کی تائید میں ہے۔

اسکے بعد قسم دوم کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں ہم اولاً اصل عبارت حجۃ اللہ کی نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں پر مقصود بالذکر یہی عبارت ہے۔ قسم اول تو صرف تمہیداً ذکر کرنی پڑی اور اسی لئے بغرض اختصار صرف اردو میں خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔

" وقسم لم ینطق بہ الکتاب ولم تستفض بہ السنۃ ولم یتکلم فیہ الصحابۃ فھو مطوی علی غیرہ فجاء ناس من اھل العلم فتکلموا فیہ واختلفوا وکان خوضھم فیہ اما استنباطاً من الدلائل النقلیۃ .... واما تفصیلا وتفسیرا لما تلقوہ من الکتاب والسنۃ فاختلفوا فی التفصیل والتفسیر بعد الاتفاق علی الاصل کما اتفقوا علی اثبات صفتی السمع والبصر ثم اختلفوا ..... واتفقوا علی اثبات الاستواء علی العرش والوجہ والضحک علی الجملۃ ثم اختلفوا فقال قوم انما المراد معان مناسبۃ فالاستواء ھو الاستیلاء والوجہ الذات وطواھا قوم علی غرھا وقالوا لا ندری ماذا ارید بھذہ الکلمات و ھذا القسم ست لا یصلح ان یرفع احدی الفرقتین علی صاحبتھا بانھا علی السنۃ کیف وان ارید تحقیق السنۃ فھو ترک الخوض فی ھذہ المسائل راسا کما لم یخض فیھا السلف۔ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مصر"

دوسری قسم یہ وہ مسائل ہیں جن کے متعلق قرآن کریم اور حدیث نبوی میں تصریح موجود نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام نے ان کے متعلق کوئی گفتگو کی ہے تو وہ بدستور سابق اپنی حالت پر چھوڑ دیئے گئے۔ اس کے بعد کچھ اہل علم آئے اور انہوں نے ان مسائل میں گفتگو کی اور ان میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ اور ان بعد کے آنے والے علماء کا غور وخوض ایک تو استنباط کی شکل میں تھا اور دوسرا تفصیل وتفسیر کی شکل میں۔ یعنی ایک اصل چیز پر اتفاق ہوتے ہوئے اس کی تفصیل وتشریح میں اختلاف کرنے لگے۔ جیسے کہ لفظ وجہ۔ ضحک۔ اور استوٰی علی العرش پر ایک حد تک اتفاق ہے۔ لیکن اس کی تفصیل میں مختلف ہو گئے۔ ایک گروہ نے تو یہ کہا کہ "استواء" سے مراد "استیلا" یعنی غلبہ اور قہر ہے اور "وجہ" سے مراد "ذات" ہے۔ دوسرے گروہ نے ان الفاظ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا (کوئی تاویل تو نہیں کی لیکن) انہوں نے کہا

کہ ہم نہیں جانتے کہ ان کلمات سے کیا مراد ہے۔ اور اس قسم کے مسائل میں۔ میں صحیح نہیں سمجھتا کہ ان دو فریق میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دوں کہ فلاں فریق پابند سنت ہے اور کیونکر ترجیح دے سکتا ہوں۔ اگر خالص سنت چاہتے ہو تو وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قطعاً غور وخوض نہ کیا جائے جیساکہ سلف نے ان مسائل میں غور وخوض نہیں کیا"

اس عبارت میں شاہ صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ میں تصریح موجود نہیں اور نہ صحابہ کرام نے ان کے متعلق کوئی گفتگو کی ہے۔ پھر آگے چل کر اس کی ایک مثال استوٰی علی العرش سے دی۔ ظاہر ہے کہ اس کا ماحصل یہ ہوا کہ استوٰی علی العرش، وجہ، ضحک اور دوسری صفات الٰہی میں صحابہ کرام نے کوئی گفتگو یا کسی قسم کا غور وخوض نہیں کیا بلکہ ان الفاظ وعبارات کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور کسی قسم کی تاویل نہیں کی۔ ہاں کچھ مدت بعد ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے صحابہ کرام کے مسلک کو چھوڑ کر ان الفاظ وعبارات میں غور وخوض یا تاویل کا دروازہ کھولدیا اور پھر ان غور وخوض کرنے والوں میں کئی فریق ہو گئے ایک فریق نے استوا کی تاویل استیلاء سے کی اور ایکدوسرے فریق نے تاویل تو نہیں کی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ ہم نہیں جانتے "استوا" کیا چیز ہے اور "وجہ" کیا ہے اور یہ بھی صحابہ کرام اور محدثین عظام کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ الاستواء معلوم والکیف مجھول۔ گویا غور وخوض کرنے والوں میں ایک فریق کو مولین اور دوسرے فریق کو جاہلین بصفات اللہ کہا جائیگا۔ پھر ان مؤلین اور جاہلین بصفات اللہ کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان ہر دو فریق میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں کیونکہ اگر تم خالص ٹھیٹھ سنت چاہتے ہو تو وہ یہ ہے کہ ان میں قطعاً غور وخوض نہ کیا جائے جیسے کہ سلف صالحین کا مسلک تھا"

مولوی ثناء اللہ صاحب اسی عبارت میں عوام کو مغالطہ دیا کرتے ہیں "کہ یہ دو فریق مولین اور مفوضین کے ہیں (گویا جاہلین بصفات اللہ کو مفوضین بنایا) اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں مؤلین اور مفوضین میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا"

ہم نہیں سمجھ سکتے اسکو مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسن فہم پر محمول کریں یا دیانت کشی پر محمول کریں۔ کس قدر صاف وصریح اور کھلے لفظوں میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ کرام کے بعد بعض لوگوں نے غور وخوض کا دروازہ کھولا اور وہ کئی فریق بن گئے۔ فجاء ناس

من اھل العلم فتکلموا فیہ واختلفوا۔ پھر اسی غور وخوض کرنے والے فریق کا ذکر کرکے فرمایا وکان خوضھم فیہ اما استنباطا و... واما تفصیلا وتفسیرا.... فاختلفوا فی التفصیل والتفسیر اور اسی فریق کے متعلق فرمایا کہ واتفقوا علی اثبات الاستواء علی العرش... ثم اختلفوا۔ تو ظاہر ہے کہ استویٰ علی العرش کے متعلق اس مقام پر جو دو فریق ذکر کئے ہیں وہ اسی غور وخوض کرنے والے گروہ میں سے ہیں اور اسی لئے شاہ صاحب اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں ان میں سے کسی ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتا کہ فلاں فریق پابند سنت ہے کیونکہ سنت تو یہ ہے کہ ان الفاظ وعبارات میں قطعاً غور وخوض نہ کیا جائے۔

اور اگر ان ہر دو فریق کو مؤولین اور مفوضین کہا جائے جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب فرمایا کرتے ہیں تو یہ عبارت "کیف وان ربد تح السنۃ فھو ترک الخوض فی ھذہ المسائل کما لم یخض فیھا السلف" کیسے چسپاں ہوگی۔ اور پھر شاہ صاحب کی وہ عبارت جو سب سے پہلے حجۃ اللہ کے ص۳ کے حوالہ سے ہم لکھ آئے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے کوئی صحیح الدماغ کیسے کہہ سکتا ہے کہ شاہ صاحب مؤولین اور مفوضین میں سے کسی کو ترجیح نہیں دیتے سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

اسکے علاوہ جن لوگوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کا فارسی ترجمہ قرآن مجید دیکھا ہے وہ جانتے ہیں اور جنہوں نے نہیں دیکھا وہ دیکھ لیں کہ شاہ صاحب نے "ثم استویٰ علی العرش" کا یہی ترجمہ کیا ہے "باز مستقر شد برعرش"۔ اور اسی طرح الاعتقاد الصحیح صفحہ ۱ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"وھو فوق العرش کما وصف اللہ بہ نفسہ لکن لا بمعنی التحیز والجھۃ بل لا یعلم کنہ ھذا التفوق والاستواء"

اور شاہ صاحب کی مشہور کتاب فوز الکبیر ص۲۲ ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کس طرح متکلمین کے مسلک سے اپنی بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں اور اپنا مذہب کس قدر صاف الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"ومایفعلہ المتکلمون من الغلو فی تاویل المتشابھات وبیان حقیقۃ الصفات فھو بعید عن مذھبی فان مذھبی مذھب مالک والثوری

وابن المبارك وسائر القدماء وذلك الامر من التشابهات على الظواهر وترك الخوض فی التاویل۔

"تاویل متشابہات اور صفات باری تعالیٰ کی حقیقت کے بیان کرنے میں متکلمین کا مسلک میرے مذہب سے کہیں دور ہے۔ کیونکہ میرا مذہب تو وہی ہے جو امام مالک، ثوری، ابن المبارک اور تمام متقدمین کا ہے اور وہ یہ کہ متشابہات کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور تاویل صفات کی طرف توجہ یا غور و خوض نہ کیا جائے۔"

کیا ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے کوئی صحیح العقل ایک منٹ کیلئے بھی یہ مان سکتا ہے کہ شاہ صاحب متکلمین اور اہل حدیث کے مسلک کو یا مؤولین اور مفوضین میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے؟۔

امام رازی

اسکے بعد امام فخر الدین رازی کی رائے بھی دیکھ لیجئے اس عبارت سے آپ معلوم کر سکیں گے کہ امام رازی کا مسلک و مشرب یا عقیدہ اس بارہ میں کیا ہے۔

فثبت بمجموع هذه الدلائل العقلية والنقلية انه لا يمكن حمل قوله ثم استوى على العرش على الجلوس والاستقرار وشغل المكان والحيز وعند هذا حصل للعلماء الراسخين مذهبان۔ الاول ان نقطع بكونه تعالے متعاليا عن المكان والجهة ولا نخوض فی تاويل الاية على التفصيل بل نفوض علمها الى الله .... وهذا المذهب هو الذی نختاره ونقول به ونعتمد عليه۔ تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۳۳۷ (مصری)۔

"ان تمام عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت ہو چکا کہ آیہ کریمہ ثم استوى على العرش کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں جسکے ساتھ ہمیں باری تعالیٰ کے لئے مکان اور حیز بھی تسلیم کرنا پڑے۔ اس کے بعد علماء راسخین کے دو مذہب ہیں۔ پہلا مذہب تو یہ ہے کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے پاک ہے۔ اور اس آیت کی تاویل و تفسیر میں غور و خوض نہیں کرتے۔ بلکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے مفوض کرتے ہیں اور اس مذہب تفویض کو ہم پسند کرتے ہیں اور یہی ہمارا قول ہے اور اسی پر ہمارا اعتماد ہے۔"

غلط ہے کہ امام رازی رحہ نے اپنا مذہب مسئلہ استواء علی العرش میں تفویض بتایا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ امام رازی نے اپنی تفسیر اور دوسری تصنیفات میں متکلمین یا مؤولین کا مسلک بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن انہوں نے اپنا مسلک جن صاف و صریح الفاظ میں بیان کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

اور پھر امام رازی نے متکلمین وغیرہ سے متعلق بہت سے تلخ تجربوں کے بعد جو رائے قائم کی وہ وہی تھی جو محدثین کی رائے تھی جس کو ملا علی قاری نے ان کے رسالہ اقسام ذات سے شرح فقہ اکبر میں نقل کیا ہے۔

ولقد تاملت الطرق الکلامیۃ والمناھج الفلسفیۃ فما رأیتھا تشفی علیلا ولا تروی غلیلا ورأیت اقرب الطرق طریق القرآن اقرأ فی الاثبات الرحمان علی العرش استوی، والیہ یصعد الکلم الطیب واقرأ فی النفی لیس کمثلہ شئی ولا یحیطون بہ علما .... ومن جرب مثل تجربتی۔ عرف مثل معرفتی۔

میں نے علم کلام و فلسفہ کے تمام طریقوں کو خوب غور سے دیکھا بھالا۔ لیکن آخر میں یہی ثابت ہوا کہ نہ تو مریض کے دکھ کا یہاں علاج ہے اور نہ شک کے اضطراب کیلئے چین۔ بہتر اور اقرب طریقہ وہی ہے جو قرآن مجید کا ہے۔ صفات کے مثبت پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ "لیس کمثلہ شئی" اور "لا یحیطون بہ علما" اور جس شخص کو میری طرح تجربہ کرنے کا سابقہ پڑا ہوگا اس نے میری طرح رائے قائم کی ہوگی۔"

اور ایک امام رازی پر ہی کیا منحصر ہے علم کلام و فلسفہ کے تمام بڑے بڑے شہسواروں نے آخر عمر میں محدثین ہی کے آگے زانوادب تہ کیا اور انہی کے مسلک کو تحفظ و صیانت دین کیلئے واحد ذریعہ سمجھا۔

امام غزالی

امام غزالی کے حق میں یہی کہتے ہیں:۔ انتھی اخر عمرہ الی الوقف والحیرۃ فی المسائل الکلامیۃ ثم اعرض عن تلک الطرق واقبل علی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمات والبخاری علی صدرہ" ص ۶ شرح فقہ اکبر لملا علی قاری۔ یعنی مسائل علم کلام میں امام غزالی کے پاس سوائے توقف اور حیرانی کچھ نہ تھا پھر انہوں نے متکلمین کے طریقہ کو

چھوڑ چھاڑ احادیث نبوی کی طرف رجوع کیا حتیٰ کہ جس وقت ان کا انتقال ہوا بخاری شریف ان کے سینے پر تھی۔

علامہ شہرستانی

علامہ شہرستانی نے فرمایا" لم نجد عن الفلاسفۃ والمتکلمین الا الحیرۃ والندام" یعنے متکلمین وفلاسفہ کے مسلک میں ہمنے سوائے حیرانی اور ندامت کے کچھ نہیں پایا۔ مٹ شرح فقہ اکبر۔

بہرحال جب امام رازی، علامہ شہرستانی اور امام غزالی جن کی مذہب کلام وتاویل کی آسمان پیمائیوں کا حال سب کو معلوم ہے۔ کی یہ حالت ہے تو مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی اس بے بضاعتی کے ساتھ متکلمین ومؤلین کے مسلک کو اپنی تصنیفات میں لکھکر اور ترویج دیکر اسلام اور مذہب اہلحدیث کی کیا کچھ خدمت کر سکتے ہیں۔ بلکہ بقول ابن رشد" حال علم الکلام والجدال الی الحیرۃ فی الحال والضلال والشک فی المال" علم کلام کا حاصل فی الفور تو حیرت ہے اور انجام میں گمراہی اور دین میں شک وارتیاب ہوتا ہے۔ بس اس کا فیصلہ بھی جماعت پر ہی ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو اہلحدیث کہکر اپنی تصنیفات وتالیفات میں متکلمین اور معتزلہ کو اختیار کرتا ہے اور پھر تاریخ میں ایک اہل حدیث عالم کی حیثیت میں تصنیفات وتالیفات کا ایسا سلسلہ چھوڑ جاتا ہے تو بتایئے کہ آنیوالی نسل پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟

دربار سلطانی میں گفتگو

اخبار اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو گفتگو درج کی ہے نہائت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اس میں صداقت کو بہت کم ملحوظ رکھا گیا۔ وہ تمام گفتگو جو شیخ مصری، غزنوی، اوڑ میں، کے عنوانات سے لکھی ہے وہ قطعاً اسلئے نہ تھی کہ اس میں مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی سے جواب طلب کرنا مقصود تھا۔ بلکہ شیخ رشید رضا صاحب کو سنا کر انکو اپنا ہم آواز بنانا یا وکیل دربار سلطانی میں بنانا چاہتے تھے۔ مولانا عبدالواحد صاحب کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ اس میں دخیل ہوتے۔ شیخ رشید رضا صاحب ایک مہمان کی حیثیت میں تشریف فرما تھے۔ وہ نجد وحجاز کے مفتی نہ قاضی اور نہ کوئی حاکم مجاز تھے۔ نہ سلطان نے ان کو اس کے لئے

متعین کیا تھا کہ فریقین ان کے سامنے جواب وسوال کر کے عرض حال کرتے اور یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شیخ مصری اکبر العلماء کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ درحقیقت سلطان کا فیصلہ ہے۔ کیا آپ کو اکبر العلماء کا خطاب دربار سلطانی سے ملا ہے؟ کیا سلطان نے کوئی اعلان کیا ہے کہ شیخ رشید کا فیصلہ ہمارا فیصلہ سمجھا جائے اور وہ اس قسم کے معاملات میں ہمارا نائب ہے؟ کس قدر مضحکہ خیز تحریر ہے جس کی بنا پر مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ یہ درحقیقت سلطان کا فیصلہ ہے۔ اگر وہی اس مجلس میں اکبر العلماء تھے اور آپکی رائے بقول آپکے کہ آپ اہل حدیث سے خارج نہیں ہیں سلطانی فیصلہ تھا تو پھر قاضی القضاۃ نے آپ کے سامنے توبہ نامہ کیوں پیش کیا؟ اور پھر جب وہ تحریر سلطان کے حکم سے لکھی گئی تھی تو آپ نے اسپر دستخط کیوں نہیں کئے؟ اور پھر سب سے بڑھکر یہ کہ جب آپکے سامنے اس مضمون کا مسودہ پیش کیا گیا کہ:-

"مولوی ثناء اللہ آیت استوی علی العرش کی تفسیر میں متکلمین کا رویہ چھوڑ کر سلف کی روش اختیار کرے اور مولوی عبد الواحد غزنوی اور ان کے ساتھی اربعین کو جلادیں"

تو آپ نے کیوں اس پر دستخط کر کے جماعت اہل حدیث میں اختلاف وافتراق کو ختم نہ کر دیا؟ جبکہ تحریر میں اربعین کے جلا دینے کا حکم تھا اور آپ سے صرف اس قدر تقاضا تھا کہ آپ استوی علی العرش میں سلف کی روش اختیار کریں تو آپ نے کیوں اس کو منظور نہ کیا۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ آپ کا دعوی ہے کہ میرا عقیدہ تو وہی ہے جو محدثین کا ہے۔ یہ تاویل تو صرف مناظر ہونے کی حیثیت سے کرتا ہوں۔

اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف کے بیان کو صداقت سے دور کی بھی نسبت نہیں ہے۔ اور اس چیز کا بھی ہم مولوی عبد الواحد صاحب کی طرف سے اعلان کر دینا چاہتے ہیں کہ اس تحریر سے پہلے ہم نے کوئی بیان یا رپورٹ شائع نہیں کی نہ کسی کو ایسا بیان یا یادداشت مرتب کر کے دی ہے اور نہ ہم کسی ملتانی صاحب یا علیگڈہی صاحب یا کسی اور صاحب کے بیان کے ذمہ دار ہیں۔ اور نہ ہم عام روایات کی ذمہ داری لیتے ہیں جن کی بنا پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تحریر کا قصر تعمیر کیا ہے کیونکہ کسی واقعہ کے سننے اور سمجھنے اور پھر روایت کرنے میں بسا اوقات بہت کچھ تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔

آخر میں صرف ایک بات عرض کر کے اس سلسلہ کو ختم کئے دیتے ہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب

مرزائی اغرسے ہو رہے ہیں اور یہی پہلا خرچ اسی طرف سے آرہا ہے

اصل وجہ

مولوی ثناء اللہ صاحب کے فرسودہ لیکچر اور بے محل اشعار اور الٹی سیدھی کہاوتوں کو جب لوگ بیزار ہونے لگے اور جب انہوں نے دیکھا کہ وہ علم مجلسی اور دوسرے آریہ مناظروں کے سامنے اہل امرتسر اب مجھ کو کھڑا کرنا نہیں چاہتے۔ اور مولانا اسماعیل غزنوی خدا کے فضل وکرم سے اس میدان کے مقبول شاہسوار ہیں تو آپکو رقابت اور حسد کی آگ نے جلا دیا اور آپ نے اپنی فطری کمزوری سے مقابلے کیلئے ایک اور غلط اور فضول راہ اختیار کی اور مشہور کرنا شروع کر دیا کہ مولانا صاحب موصوف مرزائی ہیں۔

واقعی

مولانا اسماعیل صاحب غزنوی ایک زبردست کارکن ہیں وہ مجلس مرکزیہ خلافت کے رکن اور دو ضلع خلافت کمیٹیوں کے ذمہ دار عہدہ دار ہیں اور اس مجلس میں لاہوری مرزائی اور قادیانی۔ شیعہ۔ دیوبندی۔ اہل حدیث۔ آزاد خیال کے لوگ بھی شامل ہیں کیا مولانا موصوف ان تمام فرقوں کے متبع ہیں قطعی نہیں اسی طرح مولانا انجمن اشاعت الاسلام کے صدر ہیں اور انہوں نے خدا کے فضل سے عیسائیوں سے مختلف کامیاب مقابلے کئے اس انجمن میں قادیانی۔ لاہوری۔ حنفی۔ بریلوی۔ اہلحدیث۔ آزاد خیال۔ چکڑالوی غرض ہر خیال کے لوگ شامل ہیں یہی وہ انجمن ہے جس میں خود مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے ناکامیاب لیکچر دے چکے ہیں کیا مولانا اسماعیل صاحب غزنوی کا اس انجمن میں شامل ہونے کی وجہ سے مرزائی ہو گئے؟ قطعاً نہیں یہ محض آپکا دھوکہ اور فریب دینا ہے۔

مولانا کا اعلان

مولانا اسماعیل صاحب غزنوی نے بحیثیت صدر چار ہزار کے مجمع میں یہ اعلان کیا تھا کہ اس انجمن میں تبلیغ کیلئے ہر قسم کے لوگ شریک ہیں اور یہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کے ماتحت ہے ورنہ میں خود عقیدہ کے لحاظ سے پکا کٹر وہابی ہوں اور اس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں جس کو عرف عام میں اہلحدیث کہتے ہیں۔ میں اور میری جماعت خوب جانتی ہے کہ مولانا نہایت صاف گو اور مخلص سرگرم مجاہد ہیں اگر خدانخواستہ وہ مرزائی ہوتے تو وہ آپکی طرح بزدل اور حیلہ جو نہیں کہ اپنے عقیدہ کو چھپاتے۔ انہوں نے ہمیشہ سچ کہا جب

حکومت نے مقدمہ چلایا تو انہوں نے دو سال کیلئے جیل کی مصائب کو برداشت کرنا منظور کیا اور اپنے عقیدے سے ایک بال برابر پیچھے نہیں ہٹے۔

آپکی بہادری

آپ اپنی پر بھولے ہیں۔ آپ خلافت کمیٹی امرتسر کے نائب صدر تھے۔ جب گرفتاری کا زمانہ آیا تو معہ اپنے بہادر بیٹے کے خلافت سے بھاگے۔ جب رضا کاروں کی گرفتاری کا وقت آیا تو آپنے ہی اسلامی ہمدردی سے متاثر ہو کر فرمایا تھا کہ یتیموں کو قید کراؤ۔ اس سے آپکا مقصد یہ تھا کہ میرا بچہ جو رضا کاروں کا نائب کپتان ہے بچ جائے تو خلافت کے ارکان میں سے مجلس میں ایک شخص نے آپسے کہا کہ آپ خود میدان میں آجائیے۔ آپ خود یتیم ہیں۔ پھر آپ لاجواب ہو کر دم دبا کر بھاگ گئے۔ آپ اپنی طرح دوسروں کو بزدل نہ خیال کریں۔ وہ خدا کے فضل سے نہ صرف اہل حدیث ہیں بلکہ اہلحدیث گر ہیں۔

آپکی حالت

آپنے چکڑالویوں کی صدارت میں تقریری مناظرہ کیا۔ اس سے آپ چکڑالوی کیوں نہیں؟

آپنے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی آپ مرزائی کیوں نہیں؟

آپنے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

آپنے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں ہوئے؟

آپنے دہرم بھکشو آریہ مناظرہ کو جب مرزائیوں سے مناظرہ تھا اپنی کتابوں سے امداد کی۔ اس سے آپ آریہ کیوں نہیں ہوئے؟

جلسوں کے اخراجات

جس قدر جلسے ہوئے ان تمام جلسوں کا خرچ خود میںنے اپنی مجلس کی طرف سے ادا کیا۔ یہ بھی آپکا فریب اور غلط الزام ہے۔

آپکی وفاداری

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنے جماعت اہل حدیث پر اپنی بدعقیدگی اور تعزل پسند روش کا اثر ڈالا جسنے جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جس نے حق کے قبول کرنے سے حضرت سلطان کی مجلس میں انکار کیا جس نے حجاز مقدس کے سفر میں ایک موحد سلطان سے غداری کی۔

موتمر میں

جب فساد کو روکنے اور قتل وغارت سے حجاز کو بچانے کیلئے حکومت حجاز کے نمائندوں نے قانون اسلحہ تجویز کی شکل میں پیش کیا تو آپنے محمد علی ۔ شوکت علی اور دوسرے اشراکے ساتھ مل کر اس کی مخالفت کی اور اپنے دوٹوں سے اس تجویز کو مسترد کردیا اور اب جبکہ جلالۃ الملک نے اسی قانون اسلحہ کو حجاز میں نافذ کردیا تو مفسدین ہند آپکو بھی اپنا ہمنوا جتاتے ہیں کہ دیکھئے مولوی ثناء اللہ بھی ہماری تائید کر رہے ہیں گویا سلطان ابن سعود اس قدر غلط رو حکمران ہے کہ اہل حدیث کا "سردار" بھی اس کی حرکات سے متفق نہیں ہے ۔ اور اسی طرح شوکت علی کی اس غلط اور مفسدہ پرداز تقریر کی آپنے موتمر میں تائید کی جس میں اسنے حکومت حجاز کی بدنظمیوں کا ذکر کرکے شکائت کی تھی اور یہ صرف اس لئے کہ شائد وہ آپ سے راضی ہوکر لجنہ اقتراحات (سبجکٹ کمیٹی) میں آپکو رکن بنالیں ۔ اس خودغرضی کے لئے ایک بیہودہ اور غلط تائید کردی ۔

مدینہ منورہ میں

حجاج میں غلط پروپیگنڈا کر کے ان کو اُبھارا کہ اس ضروری ٹیکس کے خلاف جو حجاج سے راستوں کے امن کیلئے لیا گیا تھا ایجی ٹیشن کریں اور ایک ایک روپیہ چندہ لیکر عظمت السلطان کو ایک احتجاجی تار دلائے ۔

حرم میں الحاد

حجر اسود کو اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے نہ چومانہ اشارہ کیا جسپر ۲ مسلمان اہلحدیث شاہد موجود ہیں ۔ اسی بدعقیدگی کیوجہ سے آپنے خودرمی جمار نہیں کیا ۔

آپ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت جلالۃ الملک کو اپنا منصف منظور کر کے ان کے حکم سے سرتابی کی ۔ اس کی تائید میں انشاء اللہ تعالے دوسرے نمبر میں ئیں ایک عظیم الشان ثبوت شائع کرونگا ۔ اگر آپنے اپنی عادت کے مقابلے میں پھر حیلے تراشے اور لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ۔

اسکے مقابلہ میں

ہماری جماعت کے مندوب خاص مولانا سید اسماعیل صاحب غزنوی پر سلطان المعظم نہ صرف پورے راضی ہیں بلکہ انہوں نے اپنے اعتماد کا اظہار کیا اور خوشنودی مزاج کا

اظہار فرمایا۔ ان کے معتمد خاص نے اپنے گرامی نامہ میں صاف اعتراف کیا کہ ان کے مفید
مشوروں اور وقت کے اخلاص کی امداد ان کے تجارب سے ہم کو فائدہ ہوا۔
اور آج سے وقت مولانا محمد ولیح کو جلالۃ الملک نے تحفہ وہابیہ کتاب دی کہ میری طرف سے
اردو میں ترجمہ کر کے دس ہزار مفت بانٹ دیں۔ جو زیر طبع ہے اور انشاء اللہ عنقریب شائع
ہوگی۔ یہ وہی کتاب ہے جو پہلے عظمۃ السلطان نے مولوی ثناء اللہ کو ترجمہ کے لئے دی
تھی۔ وہابیہ میں ان کی گمراہی اور بد عقیدگی کو معلوم کر کے سلطان نے ان سے واپس لے لی۔

علیٰ رغم انفک

آپ نے اپنے غلط رو اخبار میں ایک دفعہ حضرت مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کے حوالے سے
مولانا اسماعیل صاحب کو مرزائی ثابت کرنا چاہا تھا ان کا خط بھی ملاحظہ ہو۔

برادر مکرم بابو عبد العزیز صاحب اعزک اللہ فی الدارین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بجواب گرامی نامہ جناب عرض ہے کہ میں نے مولوی اسماعیل صاحب
کو کبھی بھی کسی تقریر یا تحریر میں مرزائی یا مرزائیت کے زیر اثر نہیں کہا۔ بلکہ مولوی ثناء اللہ
صاحب کے ایکدو دفعہ دریافت کرنے پر بھی میں نے ان سے کہا کہ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ وہ
مرزائیوں کے زیر اثر ہیں اور یہ آپکا خیال صحیح نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مولوی ثناء اللہ
صاحب اپنے فریق مخالف کیلئے ایک سیاسی حربہ سمجھکر اسے استعمال کریں اور حدیث نبوی
ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث کو نظر انداز کر کے عوام کے جذبات کو مشتعل
کرنے کے لئے بلا دھڑک یہ لکھدیں کہ میری مخالفت کی تہ میں مرزائیت کا ہاتھ ہے۔ لیکن میں
اس کو دیانتداری کے خلاف سمجھتا ہوں اور کسی حالت میں بھی اسکو پسندیدگی کی نظر سے
نہیں دیکھ سکتا۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب کے طریق کار سے انجمن تبلیغ الاسلام امرتسر کے
سلسلے میں مقامی حالات کے ماتحت ایک خاص فضا کی موجودگی میں مرزائیوں کے ساتھ ملکر
آریوں سے مناظرے وغیرہ کرنے میں مجھے شدید ترین اختلاف تھا اور ہے۔ لیکن اس کے
یہ معنی نہیں کہ اگر مجھے ان کے طریق کار سے اختلاف ہو تو میں ان کے جذبہ ایمانی اور دینی غیرت
وحمیت کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھوں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ مجھے ان کے طریق کار سے اختلاف
ہو لیکن ان کے اصل مقصد اسلام کی حمایت اور مدافعت کو عزت کی نظر سے دیکھوں۔

اسلئے مجھے امید ہے کہ آپ کو میرے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہی ہوگی اور اس خط کے ذریعہ سے میرے دوسرے دوستوں کو بھی معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت کیا ہے۔ والسلام

محمد داؤد غزنوی

حضرت مولانا داؤد غزنوی کے اس حقیقت آشکارا ورخلت رابطہ اور دوسری وضاحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب کے افسوسناک رویہ کے متعلق ہر منصف مزاج آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے۔

آخری التماس

اب میں ان حالات وواقعات کے قلمبند کر لینے کے بعد جماعت اہل حدیث کے اعیان دردمند اور مخلص حضرات سے ملتمس ہوں کہ حق وصداقت کو شخصیتوں پر نہ پرکھیں بلکہ تمام شخصیتوں کو حق پر پرکھیں اور دیکھیں کہ کون ہے جو صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ دین اور تمام محدثین کے مسلک کے خلاف معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ کے عقائد کو جماعت اہلحدیث میں شائع کر رہا ہے۔ نہ صرف شائع کر رہا ہے بلکہ سینہ سپر ہوکر فرق ضالہ کی حمایت کر رہا ہے اور ان کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟ اور کون ہے کہ جب اسکو خالص مسلک اہلحدیث کی طرف دعوت دیجائے تو وہ اذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم۔ کے مطابق نظر آئے؟ اور کون ہے جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کیوجہ سے جماعت کی تفریق و تشتت کا باعث ہوا؟ اور کون عظمۃ السلطان کو حکم اور ثالث مان کر روگردانی اور سرتابی کر رہا ہے؟ اور کون جماعت کی عزت وحرمت کو اپنی ذاتی عزت وشہرت پر قربان کر کے اس پر آشوب دور میں جماعتی اختلافات کو پہلے پہل اخبارات میں لاکر اس کی نشر واشاعت کا ذمہ دار ہوا؟ اور کون اپنی مفروضہ اور مزعومہ عزت کی خاطر عظمۃ السلطان امام عبدالعزیز کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ان کی بعض مخالفانہ تقریروں اور تجویزوں کی موتمر مکہ میں تائید کرتا رہا؟ اور کون اپنے آپ کو جماعت اہلحدیث کا نمائندہ کہکر دشمنان اہلحدیث سے مل کر موتمر مکہ میں امام عبدالعزیز ابن سعود اور ان کی حکومت کے خلاف معاندانہ تجاویز میں اور شورش پسند لوگوں کے ایجی ٹیشن میں حصہ لیتا رہا؟ اور ان عظمۃ السلطان کا فیصلہ اپنے خلاف دیکھکر مدینہ منورہ میں ایجی ٹیشن کے لئے چندہ جمع کر کے ایجی ٹیٹروں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا؟ اور اس کے انتظام کی خواہ مخواہ نکتہ چینی کرتا رہا؟

ان سوالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد ہر منصف مزاج انشاء اللہ اسی

نتیجہ پر پہنچیگا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب خود پسندی کی جکڑ بندیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور جب کبھی بھی ان کی شہرت اور خود پسندی کے خلاف کوئی چیز ان کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے ہمیشہ استکبار اور علو سے کام لیا اور اس کی کچھ پروانہ کی کہ جماعت کی عزت ۰۰۰ وحرمت پر اس کا کیا اثر ہوگا۔

ہماری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ اس وقت ان کے وجود کے معز شر انگیز اور شقاق پرور ہونے کا شکوہ اللہ تعالیٰ سے ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور جماعت کو ان کی ہلاکت آفرینیوں سے بچائے۔ آمین۔

خادم اہلحدیث

عبدالعزیز سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند (لاہور)

آفتاب برقی پریس امرتسر میں

باہتمام

محمد عبداللہ منہاس چھپی اور مولوی عبدالعزیز سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور نے شائع کی۔